تیرھواں باب

بت پرستی اور شرک کے خلاف مہم اپنی انتہا پر

۹۰ ابو طالب کے پاس آئمۃ الکفار کا پہلا وفد

۹۲ قربت الی اللہ کے لیے نبی ﷺ پر تہجد کی فرضیت

تیرھواں باب

بت پرستی اور شرک کے خلاف مہم اپنی انتہا پر

نبی ﷺ کی زندگی میں دعوت کی مہم کا کلائمکس کیا تھا؟ یہ ایک مشکل سوال ہے جس کا جواب ہر سیرت کا طالبِ علم اپنے ذوق اور محبت کے انداز سے مختلف دے سکتا ہے، کوئی آپ سے کہہ سکتا ہے کہ آپ ساری زندگی انتہائی جوش اور بے خوفی کے ساتھ اس کام میں لگے رہے لہذا ہر لمحہ ہی کلائمکس کا تھا، ایک دوسرا فرد سوچ سکتا ہے کہ جب مخالفین پر سب سے کاری ضرب پڑی تب کلائمکس آیا، پھر کوئی اسے غزوہِ بدر کا دن کہہ سکتا ہے اور کوئی دوسرا فتح مکہ کا، دعوت اپنے کلائمکس پر کوہِ صفا پر بھی نظر آتی ہے اور طائف سے واپسی پر عداس کے باغ میں بھی۔ میں نے اپنے ذوق کے مطابق اس کو وہ دن جانا ہے جب سردارانِ مکہ کو احساس ہو گیا کہ اب اس دعوت کو روکنا ہے وگرنہ ہماری تباہی ہے، یہ وہ دن تھا جب قریش کے سردار ابو طالب کے سامنے پہلی بار فریادی بن کر حاضر ہوئے کہ اس کو روکو وگرنہ ہم مارے گئے!

قبائلی رواج کے مطابق ہر شخص کو اپنے خاندان کی پشت پناہی حاصل ہوتی تھی۔ خاندان کا کوئی بھی فرد حق پر ہو یا ناحق پر کسی دوسرے کے ہاتھوں کوئی ایذا نہیں اٹھا سکتا تھا، یہ قبائلی غیرت کے خلاف تھا۔ باوجودیکہ اسلام قبول کرنے والے کم زور طبقات سردارانِ قریش کے ہاتھوں شدید تشدد کا سامنا کر رہے تھے اور سوائے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے دیگر معزز قبیلوں کے نوجوان بھی اپنے ہی قبیلوں اور بزرگوں کے ہاتھوں بے عزتی، مار پٹائی اور پابندیوں کا شکار تھے مگر زندگی کے پورے سسٹم کو چیلنج کرنے کے باوجود محمد ﷺ جیسے معزز ہاشمی النسل فرد کو کس کی مجال کہ ہاتھ لگائے اور ایذا پہنچائے کہ وہ عبد المطلب کے جانشین ابو طالب کی کامل پشت پناہی سے حفاظت میں تھے!

ابو طالب کے پاس آئمۃ الکفار کا پہلا وفد

اوپر بیان کردہ صورتِ حال سے تنگ آکر اشرافِ شہر (سردارانِ قریش) سے چند آدمی؛ عتبہ،

شیبہ، ابو سفیان، ابوالبختری، الاسود، عمرو بن ہشام، ابوالولید بن مغیرہ، نبیہ، عقبہ، العاص بن وائل وغیرہ وغیرہ، ابو طالب کے پاس گئے اور بولے :

"ابو طالب ! آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے۔ ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے۔ ہماری عقلوں کو حماقت زدہ کہا ہے اور ہمارے باپ دادا کو گم راہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا یا تو آپ انھیں اس سے روک دیں، یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ کیوں کہ آپ بھی ہماری طرح ان سے مختلف دین پر ہیں۔ ہم ان کے معاملے میں آپ کے لیے بھی کافی رہیں گے۔"

[اس واقعے کو ابنِ اسحٰق کے حوالے سے روایت کرنے والے مشہور
مورخ عبدالملک ابنِ ہشام کہتے ہیں ممکن ہے کچھ لوگ اور بھی ہوں]

اس کے جواب میں ابو طالب نے نرمی سے غیر حتمی اور بات کو ٹالنے والی باتیں کہیں اور اس طرح کا رویہ اختیار کیا کہ جس سے رؤسائے شہر اپنے خطرات کو غلط جانیں اور یہ سارا معاملہ وقتی اور جلد ختم ہو جانے والا سمجھیں اس رواداراَنہ لب و لہجے سے وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے اور کسی جھگڑے اور تلخ کلامی کی نوبت نہیں آئی، اس پیش رفت سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی خوف محسوس نہیں کیا آپؐ اللہ کا دین پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے میں زیادہ انہماک دکھانے لگے۔

جب عمائدینِ جاہلی تہذیب نے دیکھا کہ محمد ﷺ بتوں کی تنقیص، آخرت کے ڈراوے اور دعوت الی اللہ کے کام میں حسب سابق منہمک ہیں تو زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکے۔ اور ابو طالب سے دوبارہ زیادہ سخت اور دھمکی آمیز لہجے میں گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا، چند ماہ بعد پانچویں سال کے آغاز میں رؤسائے شہر کا ایک اور وفد [دوسرا وفد] آپؐ کے پاس آیا جس کا تذکرہ ہم اِن شاءاللہ پانچویں سال کے واقعات میں کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو اسلام کی دعوت سے باز رکھنے پر آمادہ کرنے کے لیے عمائدینِ جاہلی تہذیب کے کل چار وفود مختلف اوقات میں مذاکرات کے لیے ابو طالب کے پاس آئے، پہلا چوتھے سال میں جس کا مفصل تذکرہ ہم ابھی کر چکے ہیں، دو وفود [دوسرا اور تیسرا] پانچویں سال میں اور آخری یعنی چوتھا وفد، دسویں سال میں ابو طالب کی وفات سے کچھ قبل آیا۔

مباحثے اور کش مکش اپنے کلائمکس کی طرف جارہی ہے ضروری تھا کہ رب العالمین کی جانب سے دنیاوی مال واسباب سے تہی اور جمہور عوام کالانعام [انسانی تاریخ کے ہر دور کی طرح بھیڑ بکریوں کی مانند بے وقوف عوام] کی مخالفت میں گھرے اللہ کے نبی اور اُس کے تھوڑے سے ساتھیوں کو اعتماد وصبر کی طاقت بہم پہنچائی جائے اس مقصد کے لیے سورۃ المزمل کا نزول ہوا۔

قربت الی اللہ کے لیے نبی ﷺ پر تہجد کی فرضیت

۳۸: سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّل: [۷۳-۲۹ تَبٰرَكَ الَّذِیْ]

کسی نبی نے یا کسی جانشینِ نبی نے دعوتِ دین اور اقامتِ دین کے کام کو جز وقتی کام نہیں جانا۔ اس کام سے فارغ اوقات کو معاش کے لیے نہیں بلکہ یاد اللہ کے لیے خرچ کیا۔ اس سورۃ میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپؐ راتوں کو اٹھ کر نمازِ تہجد میں آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش قرآن مجید کی تلاوت کریں۔ تاکہ آپؐ کے اندر نبوت کے بارِ عظیم کو اٹھانے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کی قوت پیدا ہو۔ فرمایا گیا:

> بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے (آپ تو نبی بنائے گئے ہیں! چناں چہ سونے سے کیا کام) اس کام کا تقاضا ہے کہ رات نماز میں کھڑے رہا کریں، پوری رات نہیں، آدھی رات کافی ہے، کچھ کم یا کچھ زیادہ کرلو، اس دوران قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اللہ کے کلمے کو بلند کرنے اور اُس کے بتائے ہوئے طریق زندگی کو برپا کرنے کے لیے ہم تم پر ایک بھاری کلام [یعنی قرآن] نازل کرنے والے ہیں۔ اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ۝۶ در حقیقت رات کا اُٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کار گر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو تمھارے لیے بہت ہی زیادہ [دعوتِ دین کی] مصروفیات ہیں۔ [مفہوم آیات ۱-۷]

رسول اللہ ﷺ کو اہالیانِ شہر کی مخالفتوں اور زیادتیوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور مخالفین کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو ہدایت کی جارہی ہے کہ سب سے کٹ کر اس اللہ کے ہو رہیں جو ساری کائنات کا مالک ہے۔ اپنے سارے معاملات اُسی کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیں۔ مخالفین کے منہ نہ لگیں اور ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں کہ وہی ان سے نمٹ لے گا۔

اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو؛ علائقِ دنیا، مرغوباتِ دنیا اور بندگان دنیا [غلامانانِ دینار و درہم، صاحبانِ سرمایہ و اقتدار] سے کٹ کر بس اُسی ایک اللہ کے بن جاؤ۔ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، لہٰذا اُسی کو اپنا وکیل بنالو۔ اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ اُن سے الگ ہو جاؤ۔ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ هَجۡرًا جَمِیۡلًا ۝ وَذَرۡنِیۡ وَالۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَةِ وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِیۡلًا ۝ اِن جُھٹلانے والے خوش حال لوگوں [سرمایہ دار اور سربراہانِ قبیلہ] سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انھیں اس دنیا میں ذرا کچھ دیر اِسی حالت میں رہنے دو۔ ہمارے پاس اِن کے لیے بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے۔ یہ اُس دن ہو گا جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو جائے گا جیسے ریت کے ڈھیر جو بکھرے جا رہے ہیں۔ [مفہوم آیات ۸ تا ۱۴]

اہلِ مکہ سارے عرب میں تجارت کے لیے گھوما کرتے اور اِس خطے کے جغرافیے کے ساتھ اُس کی تاریخ سے بھی واقف تھے۔ اُن کے اس تاریخی اور جغرافیائی علم کی بنیاد پر جاہلیت کے ماروں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ ہم نے اِسی طرح تمھاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف بھیجا تھا، پھر دیکھ لو کہ جب فرعون نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی تو وہ کس انجام سے دوچار ہوا۔ یہ سوچو کہ تم بھی کیا اسی طرح کے عذاب کا نوالہ بننا پسند کرو گے؟ بفرض محال دنیا میں اپنے کرتوتوں کی سزا نہ پائی تو قیامت کے روز تم کفر کی سزا سے کیسے بچ نکلو گے؟ یہ بات واضح رہے کہ محمد ﷺ بنی اسرائیل کے اُن سینکڑوں انبیاء کی مانند محض نبی نہیں تھے جو صرف اصلاح کی خاطر آتے رہے تھے آپؐ رسول اللہ اور خاتم الانبیا تھے جو اسلام کو بالفعل غالب کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے، جن کی آمد کا غلغلہ پانچ ہزار سال سے بلند ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسی سورۃ میں آگے فرماتے ہیں کہ: سُوۡرَةُ الۡمُزَّمِّل

تم لوگوں کے پاس ہم نے اُسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسُول بھیجا تھا۔ پھر دیکھ لو کہ جب فرعون نے اُس رسُول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بُری طرح پکڑ لیا، پھر تم ماننے سے انکار پر اُس دن کے عذاب سے کیسے بچ سکو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا؟ اللہ کا وعدہ تو پُورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡکِرَةٌ

فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا ﴿۱۹﴾ یہ قرآن تو یاد دہانی کے طور پر ایک نصیحت ہے اس لیے جس کا جی چاہے اس قرآن کے ذریعے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔[مفہوم آیات ۱۵-۱۹]

اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّل کی پہلی ۱۹ آیات مکمل ہوئیں جن پر پہلا رکوع مشتمل ہے، بیسویں آیت طویل ہے، دوسرا اور آخری اور رکوع بھی یہی ایک آیت ہے جو ہجرت کے بعد اُس وقت نازل ہوئی جب قتال کی اجازت مل چکی تھی اور زکوٰۃ بھی فرض ہو چکی تھی چنانچہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ اوائل ۳ ہجری میں نازل ہونے والے قرآن کے ساتھ مالک کی توفیق و عنایت سے ہو سکے گی۔

☆☆☆☆☆

وہ پہاڑ جس کی بلندی میں دوسری جانب غارِ حرا واقع ہے (تصویر میں غار نظر نہیں آ رہا ہے)